# نظم قرآن

تالیف : حمید الدین فراہی
ترجمہ : شرف‌الدین اصلاحی

مولانا حمید الدین فراہی کی عربی کتاب ''دلائل النظام،، کا اردو ترجمہ نذر ناظرین ہے۔ دلائل‌النظام مولانا فراہی کی ان تصانیف میں سے ہے جو ان کے انتقال کے بعد ناتمام حالت میں ان کے مسودات میں ملیں۔ مولانا کا انتقال ۱۹۳۰ء میں ہوا۔ ۱۹۶۸ء میں پہلی بار یہ کتاب دائرہٗ حمیدیہ۔ سرائے میر اعظم گڑھ سے شائع ہوئی۔ جیسا کہ کتاب کے جامع اور مرتب نے دیباچے میں وضاحت کر دی ہے مولانا کی بے وقت موت کی وجہ سے کتاب کے بیشتر مباحث تشنہٗ تکمیل رہ گئے۔ ان کی نوعیت زیادہ تر اشارات اور یاد داشتوں کی ہے۔ ان میں اجمال بھی ہے اور ابہام بھی۔ حتی کہ بعض نکات پر مولانا ایک آدھ جملے سے زیادہ نہ لکھ سکے۔ فاضل مرتب نے گویا ان منتشر اوراق کو یکجا کردیا ہے جو وقتاً فوقتاً نظم قرآن سے متعلق مصنف مرحوم نے بطور یاد داشت قلمبند کئے تھے۔

مولانا نے اس کتاب میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان کی نوعیت ایک لحاظ سے ثمر پیش رس کی ہے۔ یہ خیالات اگرچہ ایک ایسے مفکر کے دماغ کی پیداوار ہیں جس نے کاوش فکر میں اپنی عمر ہی ساری گزار دی۔ پھربھی موضوع زیر بحث کے مختلف پہلوؤں پر مصنف مرحوم کے یہ ابتدائی خیالات ہیں۔ ممکن ہے وقت تکمیل ان کی یہ صورت باقی نہ رہتی۔ کتاب کو پڑھنے

وقت ان امور کو ذهن میں رکھنا ضروری ہے ۔

تفسیر نگاری میں مولانا کا اپنا ایک اسلوب ہے جس میں نظم کلام کو ایک نمایاں حیثیت حاصل ہے ۔ اسی اصول پر مولانا نے اپنی تفسیر نظام القرآن و تاویل الفرقان بالفرقان لکھنے کا کام شروع کیا تھا مگر وہ بھی نا مکمل رہ گئی ۔ مولانا نے فہم قرآن میں علم نظام کو اتنی اهمیت دی کہ اپنی تفسیر کا نام هی نظام القرآن رکھ دیا ۔ مولانا نے ایک خامل الذکر مفکر کی زندگی بسر کی ۔ ان کی بیشتر تصانیف چونکہ عربی یا فارسی میں تھیں اس لئے برصغیر میں ان پر بہت کم توجہ کی گئی ۔ اجزائے تفسیر اور بعض دوسری تصانیف کے ترجموں کی اشاعت کے بعد سے اور اب مولانا امین احسن اصلاحی کی تفسیر ''تدبر قرآن'' کی وجہ سے جو انهی اصولوں پر لکھی گئی ہے جو مولانا فراهی کے پیش نظر تھے ۔ فکر فراهی کے ساتھ لوگوں کی دلچسپی میں روز افزوں اضافہ هو رها ہے ۔ تشنہ کامان علم میں ان کی مانگ بڑھتی جا رهی ہے ۔ علم نظام فکر فراهی کا ایک نهایت اهم موضوع ہے ۔ قرآن حکیم بلکہ کسی بھی کلام کو سمجھنے کے لئے اس علم کی افادیت مسلم ہے ۔ اس کی اهمیت و افادیت کے پیش نظرهی مولانا فراهی کی اس گراں قدر تصنیف کا اردو ترجمہ پیش کیا جا رها ہے ۔ جو ناتمام ہونے کے باوجود گنجینہ معانی ہے ۔

(مترجم) ۔

## نظام :

### کس لئے؟

علم نظام کا مقصود تدبر کے سوا کچھ نہیں۔ تدبر ہی اس کی کلید ہے۔ علاوہ ازیں قرآن میں غور و فکر ہی ہدایت یابی اور پاکبازی کا ذریعہ ہے۔ ہدایت اور تقوی دونوں کو اصل کا درجہ حاصل ہے۔ انسان ہدایت سے بصیرت اور تقوی سے پاکیزگی حاصل کرتا ہے۔ ایمان اپنے تمام علمی شعبوں سمیت ہدایت میں داخل ہے جب کہ شرعی احکام، اخلاق اور احوال تقوی میں داخل ہیں۔ اللہ تعالی نے قرآن مجید، تورات اور انجیل میں اس کو واضح کر دیا ہے۔

تدبر کے آغاز ہی سے نظام کی راہیں کھلنے لگتی ہیں۔ اس کے بعد انسان علم نظام کی طرف کشاں کشاں آگے بڑھتا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کا کم سے کم حصہ بھی تدبر کا متقاضی ہے اور اپنے سے اوپر کی طرف رہنمائی کرتا ہے ، پھر اس کے اوپر، پھر اس کے اوپر، یہاں تک کہ جب نظام پوری طرح واضح ہوکر سامنے آ جاتا ہے، سورہ کے محاسن جگمگا اٹھتے ہیں اور وہ حکمت بھی روشن ہو جاتی ہے جو علم اور تقویٰ کا تتمہ اور تکملہ ہے۔

(فراہی)

## نظام :

### کس کے لئے ؟

ان فصول میں مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ علم نظام علماء امت کے لئے بلاشبہ ضروریات دین میں سے ہے۔ تاکہ وہ قرآن کو پہلے خود سمجھیں پھر لوگوں کو سکھائیں۔ اگر وہ خود قرآن کو نہ سمجھیں گے اور اس میں اختلاف کریں گے تو لوگوں کی رہنمائی کس طرح کریں گے ؟ رہنمائی تو ایک طرف اس طرح ان کی قیادت خود ان کی ذات کے لئے اور جملہ مسلمانوں کے لئے ضرر رساں ہوگی۔

ہم اہل کتاب میں اس کو دیکھ چکے ہیں کہ وہ کتاب سے منحرف ہوگئے اگرچہ ان کا دعوی یہ تھا کہ انہوں نے اس کی حفاظت کی۔ پس ان پر اللہ تعالے کا یہ قول صادق آیا ”جب وہ پھرے تو اللہ تعالی نے ان کے دلوں کو پھیر دیا،،۔ یاجیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے علماء یہود کے بارے میں فرمایا کہ ”اندھے اندھوں کے راہبر ہیں،،۔

بےشک ہمارے علماء نے اس کو تسلیم کیا ہے اور انہوں نے ان علوم کی طرف توجہ بھی کی ہے جو قرآن کے سمجھنے میں مدد و معاون ہیں اور قرآن مجید کی تفسیر میں ان سے بہت کچھ کام بھی لیا ہے۔ اور ان علوم میں سے جس چیز کو انہوں نے اس بلند مقصد کے لئے مفید خیال کیا اس کو ترک نہیں کیا۔ اس کے باوجود تم دیکھو گے کہ ان میں انتہائی درجے کے اختلافات ہیں اور اختلافی آراء کی بھرمار ہے۔۔۔۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نظام کا علم حاصل کئے بغیر کلام کا سمجھنا ممکن نہیں، کلام کے سمجھنے کا یہی ایک راستہ ہے۔

(فراہی)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الصانع الخلق على اکمل نظام و احسن قوام، الواضع الاشیاء فی اجدر مقام، واوثق معصام۔ والصلوة والسلام علی المؤید بابلغ کلام، و خاتم النبوة بالاتمام ، کبدر تجلی من بین الغمام، محمد المبعوث لهدایة کافة الانام، الی سبل السلام، و علی آله و اصحابه الکرام، الی مدی اللیالی والایام۔

اس کتاب کو هم نے دلائل نظام کے بیان کے لئے خاص کر دیا هے۔ اور دلائل سے هماری مراد :۔

١ ۔ وہ باتیں جو قرآن مجید میں نظام کے وجود کا پتا دیتی هیں اور اسے ثابت کرتی هیں۔

٢ ۔ اور وہ باتیں جو اس کے علم اور اس کے طریق استنباط کی طرف هماری رهنمائی کرتی هیں۔

یه اس کتاب کے دو حصے هیں۔ ان میں سے پہلا حصه نظری هے اور دوسرا عملی اور وہ دونوں هی اصولی هیں۔ اس (کتاب) میں نظم، خصوصاً نظم قرآن کے بنیادی اصولوں سے بحث کی جائے گی۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو یه بلاغت کا ایک مستقل فن هے، بلکه اس کا سب سے بلند مینار۔ اور اگر قرآن مجید اور اس کا اعجاز نه هوتا تو نظم تک هماری رسائی نه هوتی جس طرح که هم بلاغت کی حقیقت اور اس کے اسلوب سے ناآشنا رهتے اگر قرآن حکیم اس کے چهرے سے نقاب نه اٹھاتا جیسا که هم نے اپنی کتاب جمهرة البلاغة(١) میں اس کو تفصیل سے بیان کر دیا هے۔

ان دو حصوں کے بعد ایک تیسرا حصه بهی هوگا جس میں ترتیب مطالب اور دو سورتوں کے باهمی تعلق کی مثالیں بیان کی جائیں گی۔ یه بحث اگرچه

خصوصی اور عملی ہے اور اس لحاظ سے اس کو اصل تفسیر کے ساتھ آنا چاہئے پھر بھی اس کا کچھ حصہ یہاں ہم نے تین باتوں کی وجہ سے پیش کر دیا ہے۔

اول: دل بالعموم محض دلائل سے مطمئن نہیں ہوتے تاوقتیکہ عملاً مدلول کا مشاہدہ نہ کرلیں۔ یہ اس لئے کہ کلیات کا استعمال اور ان کے اطلاق سے نتائج کا اخذ کرنا بہت دشوار ہوتا ہے۔ جو بھی نئے علوم دریافت ہوتے ہیں ان کے مبادی اور بنیادی اصول پہلے سے معلوم ہوتے ہیں پھر بھی ذہن اس کی طرف منتقل نہیں ہوتا مگر جب اللہ چاہتا ہے۔

دوم: مثالیں خواہ کتنی ہی زیادہ ہوں ان لوگوں کا شبہ دور نہیں کر سکتیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کا بڑا حصہ مربوط اور منظم ہے۔ صرف خاص خاص مقامات اور خاص خاص سورتوں ہی میں نظم نہیں ہے جیسے کہ لمبی سورتیں اور مفصلات۔ اس لئے میرا ارادہ ہے کہ اس حصہ میں نظام کے مشکل مقامات کا ذکر کر دیا جائے۔ جب مشکل مقامات میں نظام واضح ہو جائے گا تو ان کے علاوہ یا انہی جیسے دوسرے مقامات کا مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا۔

سوم: نظام کلی کا بیان، اس حیثیت سے کہ یہ معلوم ہوجائے کہ پورا قرآن، جس طرح کہ اس کی آیات مرتب ہیں، اسی طرح اس کی سورتیں بھی منظم ہیں، بدیں طور کہ اگر ان کو آگے پیچھے کر دیا جائے تو حکمت کا ایک حصہ فوت ہو جائے گا، جس طرح کہ آیات کی ترتیب بدلنے سے ہو جاتا ہے۔ سو اس بیان کلی کے لئے بعض سورتوں کو چھوڑ کر بعض سورتوں کی تفسیر میں جگہ نہیں پیدا کی جا سکتی تھی۔ اس لئے ہم نے اسے اس مقدمہ(۲) کے تیسرے حصے میں رکھ دیا ہے۔

## ۲ — کتاب کا موضوع

آیتوں اور سورتوں کے معانی میں نظم کی دریافت، یہی ہماری اس کتاب کا اصل موضوع ہے۔ رہا اس حیثیت سے نظم قرآن کہ وہ اس ترتیب پر ہے

جو کہ نبی کریم علیہ السلام کے زمانے میں تھی تو یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اس میں وہی شک کر سکتا ہے جو تاریخ سے نابلد ہے۔ کیونکہ تمام سورتیں نبی اکرمؐ کے زمانہ میں نماز میں پڑھی جاتی تھیں۔ اور یہ بات حد تواتر کو پہنچی ہوئی تھی۔ کیونکہ مسلمان ان کو اپنی نمازوں میں پڑھا بھی کرتے تھے اور نبی علیہ السلام کو پڑھتے ہوئے سنا بھی کرتے تھے۔

جو شک کرتا ہے صرف سورتوں کی ترتیب میں شک کرتا ہے نہ کہ ان کی آیات میں۔ سورتوں کی ترتیب کا کام عہد نبوی میں ہوا یا قرآن جمع کرنے والوں نے سورتوں کی ترتیب قائم کی؟ صحیح اور ثابت یہ ہے کہ قرآن کی سورتوں کی ترتیب بھی اللہ تعالے کی طرف سے ہے۔ اسے حضرت جبرئیل لائے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھایا اور آنحضورؐ نے صحابہ کو سکھایا جس طرح کہ آپ کو سکھایا گیا تھا۔ ان دونوں مسئلوں کا تعلق چونکہ تاریخ قرآن سے ہے اس لئے ان کی تفصیل وہیں ملے گی(۳)۔ رہا اس کتاب میں تو ہم اس مسئلے کو طے شدہ اصول کی حیثیت سے لیں گے کیونکہ وہ تواتر سے معلوم ہے لہذا ہم اس کو ثابت کرنے پر وقت صرف نہیں کریں گے بلکہ دوسری باتیں ثابت کرنے کے لئے اس کو استعمال کریں گے۔ اس میں شک سے جسے خلجان ہو وہ اس کی تفصیل کے مقام کا مطالعہ کرے (۴)۔

قصہ مختصر اس میں شک نہیں کہ قرآن کی ترتیب، بلا کسی تقدیم و تاخیر کے، ایک ایک آیت ایک ایک سورہ، اسی نہج پر محفوظ ہے جو جبرئیل امین لائے تھے۔ سوال یہ ہے کہ آیا یہ ترتیب اپنی بہترین صورت میں ہے یا وہ فقط منتشر آیتیں ہیں جن میں سرے سے نظم کا کوئی لحاظ نہیں رکھا گیا ہے۔ تو یہ بے شک ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ اور اس کتاب کا موضوع بھی ثابت کرنا ہے کہ قرآن کی ترتیب میں حسن نظام ہے اور اس کے علم کی ضرورت ہے اور اس علم تک رسائی کے لئے راستہ ہموار کرنا چاہئے۔ اگر میں

نے مقصود پالیا ہے تو یہ میرے رب کی توفیق کا کرشمہ ہے۔ پس ہم اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اور چونکہ میں خود کو جہل اور کمزوری کی لغزشوں سے محفوظ نہیں پاتا اس لئے ہم اس کی پناہ مانگتے ہیں اور اس سے مغفرت چاہتے ہیں۔

## ۳ — کتاب کا مقصد

اس کتاب کا اصلی مقصد قرآن مجید سے فائدہ حاصل کرنا ہے یعنی اس کو پڑھنا، اس کو پڑھانا، اس پر عمل کرنا، اور لوگوں کو اس پر عمل کی ترغیب دینا۔ اور یہ انتہائے سعادت کا زینہ ہے۔ یہی رضائے الہی کا حصول ہے، یہی فطری عہد کا ایفا ہے۔ یہی بندگی، خوشی اور اطمینان ہے۔ قصہ مختصر یہی ایمان اور اسلام کا ثبوت ہے، یہی اس فطرت انسانی کی تکمیل ہے جس کو کہ ملائکہ نے سجدہ کیا اور یہی اس زینے کی سب سے اونچی سیڑھی ہے۔

رہا اس کا آغاز تو وہ انسان کی سب سے خاص صفت یعنی بیان کی پرورش اور تربیت ہے کیونکہ انسان کی وہ صفات جن کا تعلق عقل اور دل سے ہے اسی وقت مکمل ہوئیں جب کہ وہ ''نطق مبین'' کا مالک ہوا۔ تو یہ ابتداء اس انتہا تک پہنچانے والی ہے، بشرطیکہ انسان اس میں بھٹکنے نہ پائے، جیسا کہ ہر سیدھے راستے کا معاملہ ہوتا ہے۔ پس اللہ تعالی نے انسان کو ناطق اور پڑھنے والا بنایا ہے تاکہ انسان اس ہدایت کا اہل قرار پائے جس کا اللہ تعالی نے اس سے وعدہ کیا ہے اور اس کی لکھی ہوئی آیات اور تلاوت کئے گئے کلمات کو پڑھ سکے۔ اس طرح وہ اس نور سے روشنی حاصل کر سکے جو کہ اللہ تعالی نے اس کے لئے نازل کیا ہے۔ یہاں تک کہ اس پر اللہ کی نعمت تمام ہو جائے اور وہ اللہ کی رحمت سے اپنا دامن مراد بھر لے۔ جیسا کہ اس کا ارشاد ہے: ''الرحمان علم القرآن خلق الانسان علمه البیان''۔ ''وہ رحمان ہے اس نے قرآن (پڑھنا) سکھایا۔ اس نے انسان کو پیدا کیا۔ اسے بیان

کی تعلیم دی،،۔ دیکھو اللہ تعالی نے کس طرح انتہائی اختصار سے جو کچھ ہم نے اوپر بیان کیا اس کی طرف ہمیں متوجہ کردیا۔ ابتداء اپنی ذات سے کی کہ وہی تعلیم اور رحمت کا سرچشمہ ہے اور یہ بتادیا کہ اس کی رحمت کا کمال یہ کہ اس نے قرآن کی تعلیم دی۔ اس نے تم کو پیدا کیا اور بیان سکھایا تاکہ تم کو اس تعلیم کے لئے تیار کرے۔ اس سے اس حدیث کا مفہوم آشکارا ہوگیا جس میں روایت آئی ہے کہ تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور سکھایا۔ (ابن ماجہ نے سعد سے روایت کیا)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی سے سیکھا اور امت کو سکھایا۔ تو بے شک آپ انسانوں میں سب سے بہتر ہوئے۔ پھر اس شخص کا درجہ ہے جس نے آپ سے سیکھا اور کسی دوسرے کو سکھایا۔ اسی طرح درمیانی واسطوں کی کثرت اور قلت کے مطابق اور خلوص نیت اور تمسک بالقرآن کی نسبت سے درجات میں فرق ہوتا جائے گا۔ اور اللہ تعالی کی تعلیم کو قبول کرنے اور اس کے بندوں میں اس کی تبلیغ کرنے سے زیادہ بڑی نیکی اور کیا ہو سکتی ہے۔ اور انسان کے لئے اس سے بڑی بھلائی اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ اس مقصد کو پالے جس کے لئے کہ اللہ تعالی نے اس کو پیدا کیا ہے۔

اگر کہا جائے کہ اللہ تعالی نے تو انسان کو عام عبادت کے لئے پیدا کیا ہے پھر تم اس کو قرآن مجید کی تعلیم و تعلم کے ساتھ کیوں مخصوص کرتے ہو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر امت اللہ تعالی کی عبادت کا دعوی کرتی ہے۔ لیکن عبادت جب تک اللہ تعالی کی تعلیم اور ہدایت کے مطابق نہ ہو ضائع اور بے فائدہ ہے۔ اور یہی قرآن ہے۔ پس وہ عبادت کا مرکز و محور ہے اور عبودیت کا مغز اور جوہر ہے۔ اسی لئے اس کی محض تلاوت بھی عبادت قرار پائی۔

اگر تم کہو کہ ہم نے سمجھ لیا اور تسلیم بھی کرلیا کہ قرآن اور اس کے پڑھنے پڑھانے کا درجہ ویسا ہی بلند ہے جیسا کہ آپ نے بیان کیا اورھم

جانتے ہیں کہ اگر ہم کچھ مزید طلب کریں گے تو آپ وہ بھی پیش کریں گے۔ یہاں تک کہ سننے والا یہ سمجھے گا کہ قرآن ہر علم سے بڑھ کر ہے بلکہ اس کے سوا کوئی علم ہی نہیں۔ اور آپ امام شافعی کا یہ قول بھی نقل کردیں گے کہ ''علم کے لحاظ سے لوگ مختلف طبقات میں منقسم ہیں اور علم میں ان کے مقام کا تعین علم قرآن میں ان کے درجات کے مطابق کیا جائے گا''۔ لیکن یہ بات اس کتاب کی غرض و غایت میں کہاں داخل ہے جس کو کہ آپ نے نظام قرآن کے دلائل کے لئے مخصوص کیا ہے؟۔ تو ہم کہیں گے کہ جلدی نہ کرو اللہ تم کو توفیق دے تم جو کچھ پوچھ رہے ہو اس سے دور نہیں ہو۔

(۲) ابھی گزر چکا ہے کہ اس کتاب کی اصلی غرض قرآن مجید سے فائدہ حاصل کرنا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ اس کو سیکھا جائے، سکھایا جائے، اس پر عمل کیا جائے اور عمل کے لئے دوسروں کو آمادہ کیا جائے۔ یہ معلوم ہے کہ اس سے فائدہ حاصل کرنا اس کے سمجھنے پر منحصر ہے۔ اور کلام کا سمجھنا اس کے اجزاء کی ترکیب اور بعض کے ساتھ نسبت کے علم پر موقوف ہے۔ بلکہ خود اجزاء کے معنی مرادی کا علم بھی ان کی ہیئت ترکیبی کے علم کے بغیر ممکن نہیں۔ جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آگے آئے گا۔ اور اس کا بیان بھی کہ دین میں اور انسان کی اصلاح اور تکمیل میں اس مقصد کی کیا اہمیت ہے۔ یہ بات اتنی واضح ہے کہ بلا فکر و تامل سمجھ میں آسکتی ہے۔ اب تم یہ غور کرو کہ کیا بلا سمجھے قرآن مجید کا سیکھنا ممکن ہے؟ کیا یہ بات تمہارے تصور میں آتی ہے کہ تم ان مطالب کو جان لوگے جو متکلم اپنے کلام اور اسلوب بیان کے ذریعہ پیش کرنا چاہتا ہے، بغیر اس کے کہ تم اجزائے کلام کے روابط اور ربط کے مختلف پہلوؤں سے پہلے آگاہی حاصل کرو، پھر کلام کے موقع و محل کو معلوم کرو، اس کے بعد کلام کے استعمال پر غور کرکے ربط و تعلق کی مختلف شکلوں میں فرق و امتیاز کو سمجھو۔ ایک جملے کا اپنے قریبی جملے کے ساتھ تعلق کئی طریقوں سے ہوتا

ہے۔ اگر کسی شخص نے تعلق کی نوعیت کو نہیں سمجھا یا تعلق کے تعین میں غلطی کر گیا تو اس کا تیر کبھی نشانے پر نہیں لگے گا۔ یا وہ سرے سے معنی مرادی ہی کو نہیں سمجھ پائے گا۔ اور اس طرح کلام میں پوشیدہ علم و حکمت سے محروم رہے گا۔ قصہ کوتاہ یہ کہ بعض اجزاء کی بعض کے ساتھ نسبت کو سمجھنے بغیر کلام کا سمجھنا ممکن نہیں۔ سو اگر تم نے کلام کے ہر معتدبہ حصے کو علیحدہ علیحدہ لیا تو اس کے معانی کے ایک حصہ سے تم محروم رہ جاؤ گے۔ اس کے بعد اگر تم اس حصہ کے مختلف اجزاء کی باہمی نسبت کو سمجھنے سے قاصر رہے تو دوسرا حصہ بھی تمہاری نظروں سے اوجھل ہوجائے گا۔ اس طرح تم جس قدر اجزائے کلام کے مابین موجودہ تعلق کو سمجھنے میں پیچھے رہوگے اسی نسبت سے بتدریج تمہارے فہم کلام میں کمی ہوتی جائے گی۔ ہاں جب اجزائے کلام کا یہ باہمی ربط و تعلق تم پر آشکارا ہوجائے گا اور تم یہ دیکھ لو گے کہ وہ ایک منظم اور مربوط کلام ہے جو اپنے عمود سے پوری طرح وابستہ اور ہم آہنگ ہے تو اس وقت اس کے بیان کی خوبیاں بے نقاب ہو جائیں گی۔ (جاری)

## حواشی

(١) مولانا فراہی کی یہ کتاب عربی میں ہے اور شائع ہوچکی ہے۔ (مترجم)

(٢) یہاں مقدمہ سے مراد کتاب دلائل النظام ہے۔ تفسیر نظام القرآن کی تصنیف میں مولانا نے جن اصولوں سے کام لیا ہے انہیں الگ الگ کتابوں میں تفصیل سے بیان کردیا ہے۔ یہ کتابیں اصل تفسیر کے لئے بطور مقدمہ کے ہیں۔ اس لئے مولانا نے ان کے لئے مقدمہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ (مترجم)

(٣) مولانا فراہی کی ایک غیر مطبوعہ کتاب۔ (جامع)

(٤) شیخ امام ابوالحسن علی بن محمد ماوردی شافعی متوفی ٤٥٠ھ نے اپنی کتاب ''اعلام النبوۃ'' میں، ص ٤٣، فرمایا، اس شخص کے شبہ کے ابطال میں جس نے یہ غلط گمان کیا کہ قرآن کا اسلوب دوسرے ہر کلام سے الگ نہیں، اپنے اس غلط گمان کی وجہ سے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس شخص سے گواہ طلب کیا کرتے تھے جو ایک آیت یا دو آیتیں لے کر آیا تھا۔ ماوردی

رحمه الله تعالی نے فرمایا ''دوسرا یہ کہ انہوں نے آیت کے محل پر شہادت طلب کی کہ وہ کس سورہ میں سے ہے اور سورہ کے کس مقام پر رکھی جائے گی۔ اگرچہ ممیز ہونے کی وجہ سے قرآن کا اسلوب جانا جاتا تھا کیونکہ اللہ تعالی جو کچھ بھی نازل فرماتے اس کو مناسب سورتوں میں رکھنے کا حکم دیتے تھے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے ''ان علینا جمعہ و قرآنہ،، ہمارے ذمہ ہے اسکا جمع کرنا اور پڑھنا۔ ماوردی کا قول ختم ہوا۔

ان کے قول سے یہ واضح ہے کہ انہوں نے آیت کا یہی مطلب سمجھا ہے کہ قرآن کی جمع و ترتیب اللہ تعالی کی طرف سے ہے۔ پس قرآن مجید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مرتب تھا، ہر سورہ ہر آیت ہر لفظ اپنی جگہ پر رکھا ہوا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ لیا اسی ترتیب کے مطابق لیا۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ان کا مقصد اسے زیادہ کچھ نہیں تھا کہ اسی کو ایک مصحف میں جمع کر دیا جائے۔ کیونکہ اس سے قبل قرآن حافظوں کے سینوں میں جمع تھا اور اجزاء میں لکھا ہوا موجود تھا۔ پس جو کچھ قاریوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیا اس کی حفاظت میں انہوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ پس وہ دو یا دو سے زیادہ شہادتوں کے بعد ہی مصحف میں لکھتے تھے۔ ایک شہادت کسی قاری کے حافظے سے اور ایک شہادت کسی تحریر سے لی جاتی تھی۔ اور یہ شہادت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لئے نہیں طلب کی تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ وہ قرآن میں سے ہے کیونکہ لوگ قرآن کے اسلوب سے باخبر تھے اور قرآن کو غیر قرآن سے تمیز کر سکتے تھے۔ حضرت عمر کا مقصد آیت کا محل معلوم کرنا تھا۔ اور یہی ماوردی رحمہ اللہ کی مراد ہے۔

اور یہ امر مخفی نہیں کہ شہادت کے اس کے علاوہ بھی فوائد ہیں لیکن ماوردی کا قول ہم نے فقط اس لئے نقل کیا تاکہ تم کو معلوم ہوجائے کہ ماوردی رحمہ اللہ تعالی نے آیت ''ان علینا جمعہ و قرآنہ،، کا وہی مفہوم سمجھا ہے جو ہمارے نزدیک اس کی تاویل ہے۔
(فراہی رحمہ اللہ تعالی)

—★—